اسلامی ماں کی صفات اور اس کی تربیت کے نتائج

بقلم: فیض احمد بھٹی فاضل مدینہ یونیورسٹی

قارئینِ کرام!

خلوت گہِ عدم سے جلوت گہِ وجود میں آتے ہی بچے کو سب سے پہلے جس ہستی سے سابقہ پیش آتا ہے، وہ اس کی ماں ہوتی ہے۔ گویا اس کا پہلا مدرسہ ماں کی شفقت بھری گود ہوتی ہے، جہاں اس کی تعلیم وتربیت کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسی موثر درس گاہ ہے کہ یہاں کا سیکھا ہوا سبق ذہن وقلب پر نقش کالحجر ہے۔

ماہرین تعلیم کی یہ متفقہ رائے ہے کہ بچہ پہلے دن سے ہی علم وعرفان کے پھول چننا شروع کر دیتا ہے لہٰذا اس کی پہلے دن سے ہی نگرانی کرنی چاہیے تا کہ غلط روی کے کانٹوں سے وہ کہیں اپنے دل ودماغ کو زخمی نہ کر بیٹھے۔ پس اس کی مناسب تربیت کیلئے گھر کے ماحول کو پہاڑی چشموں کی طرح صاف اور شفاف بنانا چاہیے، تا کہ یہ نو واردِ اقلیم ہستی اس کا عکس اپنے اندر جذب کرتا چلا جائے۔ ماحول جس قدر پاکیزہ ہوگا، اسی قدر اس کے پھل میٹھے اور شیریں ہوں گے اور جس قدر اس سے غفلت برتی جائے گی، اسی قدر تلخیاں ہمارے حصے میں آئیں گی۔

دشنام طرازی کی مسموم ہواؤں سے بچے کے گلشنِ حیات کو بچانا اور اعلیٰ اخلاق کے جھولے میں پیار کی لوریاں دینا ماں کا معمول ہونا چاہیے۔ عہدِ طفلی کا گہوارہ، جس میں جھولا جھولنے کی عمر زیادہ سے زیادہ پانچ سال ہوتی ہے ماں کو اس طرح گزارنا چاہیے کہ بچے کی اخلاقی اور جسمانی صحت دونوں قابلِ رشک ہو جائیں۔

قارئینِ محترم!

زمانہ شاہد ہے کہ یہی وہ گود ہے، جس سے عبد اللہ بن زبیرؓ جیسے کفن بردوش جاں باز ابھرتے ہیں، جو ناموسِ کعبہ کے تحفظ کی خاطر سولی کے تختے کو آغوشِ مادر سمجھتے ہوئے اس انداز سے جھولا جھولتے ہیں کہ تاریخ کی روح بے ساختہ وجد میں آ کر یہ پکار اٹھتی ہے کہ

ؔ اب بھی منبر سے نہ اترا یہ خطیب
اب بھی گھوڑے سے نہ اترا یہ سوار

ماں کا دامنِ تربیت وہ نازک مقام ہے، جہاں قوموں کی قسمتیں بنتی اور بگڑتی ہیں، جہاں کی

لغزشیں زندگی کی شکستوں کا سبب اور جہاں کا ثبات تمام کامیابیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ ماں ہی صالح انقلاب برپا کرتی اور ماں ہی خونی انقلاب کو جنم دیتی ہے۔ ماں ہی قوموں کو زندگی بخش حرارت عطا کرتی اور ماں ہی ان کے خون کو منجمد کر کے رکھ دیتی ہے۔ ماں کا دامنِ شفقت ہی بہاروں کا مسکن اور اسی کی مکروہ تصویریں خزاں کی بربادیاں ہیں۔

یہیں سے عروج و اقبال کی داستانیں شروع ہوتی ہیں اور یہیں سے اس داستان کی ہچکیاں سنائی دیتی ہیں۔ اسی کی نگاہ رسا ستاروں پر کمندیں ڈالنے والے نوجوان پیدا کرتی ہے اور اسی کے ذہن کی خرابی قوموں کو اوجِ سما سے زمین پر پٹخ دیتی ہے۔ یہی وہ جگہ ہے، جہاں زندگی اور موت کے بیع ناموں پر دستخط ہوتے ہیں اور یہی وہ گھاٹ ہے، جہاں قومیں کبھی سیراب ہوتی اور کبھی فنا کے گھاٹ اترتی ہیں۔

گویا ماں ہی وہ محور ہے، جس کے گرد قوموں کی قسمتیں گردش کرتی ہیں۔ لہٰذا ماں کو اپنے اندر وہ جوہر پیدا کرنے چاہییں، جن سے قوم کے عروج کا ستارہ آسمانِ بلا کی پیشانی کا جھومر بن کر چمکے۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ خلافتِ الٰہی کا بارِ امانت اٹھانے والے قوم کے یہ نونہال اس کی تربیت کے سانچے میں ڈھل کر قوم وملت کی قسمت کا سنٹرل پوائنٹ (Central Point) بننے والے ہیں۔ اسے چاہیے کہ وہ انہیں اسوۂ رسول ﷺ کی خوشبو سے معطر کرے۔

سوزِ صدیقؓ کی دولت سے مالا مال کرے۔

عدلِ فاروقیؓ سے آشنا کرے۔

زورِ حیدریؓ سے آگاہ کرے۔

سخاوتِ عثمانیؓ سے آراستہ کرے۔

سیاست معاویہؓ سے پیراستہ کرے۔

معزز قارئین!

تاریخ اسلام ان آب دار موتیوں سے بھری پڑی ہے، جو ماؤں کی قدسی گود سے پل کر اپنی چمک دمک سے تاریکیوں کے بادل کو آنِ واحد میں اڑا دیتے ہیں اور جن کی ضیا باریوں سے تاریخ کی آنکھیں اب بھی روشنی کا مینار بنی ہوئی ہیں۔

لیکن یہ ان ماؤں کی بات ہے، جو اسوۂ بتولؓ کی حامل تھیں۔ جن کا اوڑھنا بچھونا قرآنی تعلیمات اور

رسول اکرم ﷺ کی اطاعت تھا۔

جن کی آہِ نیم شبی عرشِ بریں کو ہلا دیتی تھی۔ جن کی دعائیں رب العالمین کی رحمت کے درِ اجابت پر دستک دیتی تھیں۔ جن کی تعلیمات روشن ستاروں کو افق پر جلوہ گر کر کے ظلمات کا سینہ چیر کے رکھ دیتی تھیں اور جو طاغوتی نظام کی جڑیں اکھاڑنے والے فرزندوں کو جنم دیا کرتی تھیں۔

صد افسوس! آج ہماری قوم پستی کے گڑھوں میں گر رہی ہے۔ اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ماؤں نے اس حبلِ متین کو چھوڑ دیا ہے، جو ملّتِ بیضا کے عروج کی ضامن تھی۔ مغربی فیشن کی اندھی تقلید ماؤں کا طرزِ حیات بن گئی۔ فیشن پرستی نے ماؤں کو اسلامی تہذیب وثقافت سے دور پھینک دیا ہے۔

قارئین!

یہ عریانی اور فحاشی، یہ ناچ اور گانے، یہ راگ اور رنگ، یہ تصاویر کے ذریعے سے عورت کی رسوائی اور ٹیلی ویژن، وی۔سی۔آر اور کیبل پر اس کے رسوا کن نخرے، پیسے کے عوض اس کی بکتی ہوئی ادائیں، یہ حصولِ زر کیلئے اس کے ارزاں غمزے، یہ سلامیاں، یہ پریڈیں، یہ غیروں کے سامنے حسن اور اداؤں کی بے حجابی، یہ سب ابلیس کے بچھائے ہوئے جال ہیں، جن میں قوم کی ماں، بہن اور بیٹی مرغِ ناداں کی طرح پھنس گئی ہے۔

یہ قولِ حضرت اکبر الٰہ آبادی

ترقی کی جو نئی راہیں زیرِ آسماں نکلیں
میاں مسجد سے نکلے، حرم سے بیبیاں نکلیں

امت کے غم میں تڑپنے پھڑکنے کا سچا جذبہ، بے دار دل، عقابی نگاہیں اور جہاں بانی کے ساتھ ساتھ سوزِ دروں، یہ اوصاف جب تک ایک ماں کے اندر پوری آب وتاب سے موجود نہ ہوں، بچوں میں کبھی پیدا نہیں ہو سکتے۔

لہٰذا ماں کو رسول اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنی چاہیے۔ تب جا کر یہ گوہرِ مقصود ہاتھ آئے گا اور جب یہ گوہرِ تاباں اسے میسر آ گیا اور ماں سے بچوں کی طرف منتقل ہونا شروع ہو گیا، تو اس وقت امت کی اندھیری رات صبحِ نو کے سانچے میں ڈھلنی شروع ہو جائے گی۔ آسمان سے نزولِ رحمتِ باری ہو گا اور خوابیدہ قسمت مؤذن کی تکبیر کے ساتھ جاگ اٹھے گی۔

پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود

پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی

ان شاء اللہ پھر اس سے جو نسل اٹھے گی، وہ خالدِ سیف اللہ کے کردار کی حامل ہو گی اور اسلام کا علم اٹھا کر بوئے گل کی طرح تمام عالم کو خوشبوئیں بخشتی اور مشام جاں کو معطر کرتی ہوئی چلی جائے گی۔ اسی مثالی ماں کی تصویر کشی شاعر مشرق نے کچھ یوں کی ہے:

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کے ثریا سے، مشتِ خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی درج کا دُرِ مکنوں
مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں

چنانچہ مشاہیر عالم ایک مثالی ماں کو یوں گل ہائے عقیدت پیش کرتے ہیں:۔

۱۔ سر سید احمد خاں فرماتے ہیں: ''اگر ہم بہترین قوم کے خواہش مند ہیں، تو ہمیں بہترین مائیں پیدا کرنی ہوں گی''۔

۲۔ مولانا شوکت علی یوں رقمطراز ہیں:''ہماری ماں نے ہمیں آزادی سے زندگی گزارنے کا درس دیا ہے''۔

۳۔ انگریز نکلسن کہتا ہے: ''زیورِ ادب سے آراستہ بچہ اپنے ماں باپ کی خوش سلیقگی کے مظہر کا بہترین اشتہار ہے''۔

۴۔ ڈاکٹر اقبال یوں رطبُ اللسان ہیں: ''فرزندوں کی سیرت ماؤں سے بنتی ہے اور ماؤں ہی سے ان میں صدق وصفا کے جوہر پیدا ہوتے ہیں''۔

محترم قارئین!

پھر اس کی عملی تصویر یوں بنتی ہے:۔

گھر کا گھر فردوس بنے ماں ہو گر کردار کی دھنی
لڑکوں پہ گماں ہو غِلماں کا، دختر جیسے حور و پری